منکرین ولایت فقیہ کے قرآنی دلائل کا
تفصیلی وتنقیدی جائزہ

احمد آذری قمی☆
مترجم: مہدی باقر

☆زیر مطالب آقای احمد آذری قمی کی کتاب ''ولایت فقیہ از دیدگاہ قرآن'' ج/۱، صفحات: ۱۸-۴۳ سے ماخوذ ہے۔

اس کتاب میں مؤلف نے مخالفین ولایت فقیہ کے ان قرآنی دلائل کی بیخ کنی کی ہے جس میں مخالفین نے قرآنی ارشادات کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ ولایت فقیہ غیر اسلامی تصور ہے۔سردست مؤلف کے تفصیلی جوابات میں سے کچھ اقتباسات پیش نظر ہیں۔(ادارہ)

۱۔سورۂ اسریٰ،آیت ۳۶:

" وَلاتَقفُ مَا لَيْسَ لَکَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبُصَرَ وَالْفُؤادَ کُلُّ أُوْلَئِکَ کَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا"۱ ترجمہ:اور جس چیز کے بارے میں تمہیں یقین نہ ہو اس کے پیچھے نہ پڑو کیونکہ کان اور آنکھ اور دل سب کی قیامت کے روز بازپرس ہونے والی ہے۔تصور ولایت فقیہ کے مخالفین آیۂ مذکورہ سے استدلال کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: قرآن نے کلی طور پر ہر شخص کو اس کے عقائد، اعمال اور حرکات کا مالک و جوابدہ قرار دیا ہے اور کسی بھی غیر خدا کی اندھی تقلید کو ممنوع قرار دیا ہے۔۲

جواب : یہ بات بالکل درست ہے مگر اس کا ولایت فقیہ سے کوئی تعلق نہیں ہے کیونکہ جو ولایت فقیہ کا قائل ہے وہ بھی اپنے اعمال وافعال کے لئے ولی فقیہ کو ذمہ دار نہیں مانتا قرآن کریم میں متعدد آیات ہیں جن سے اس بات کی تائید ہوتی ہے:'' يَقُولُ الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لَوْلاأَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِينَ " ☆ "قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا أَنَحْنُ صَدَدْنَاكُمْ عَنْ الْهُدَى بَعْدَ إِذْ جَائَكُمْ بَلْ كُنتُمْ مُجْرِمِينَ "۔ترجمہ: کمزور اور ادنیٰ لوگ بڑے اور سرکش لوگوں

سے کہیں گے کہ اگر تم نے ہمیں نہ بہکایا ہوتا تو ہم ضرور ایمان والے ہوتے،(اس وقت) سرکش لوگ کمزوروں سے کہیں گے کہ جب تمہارے پاس اللہ کی ہدایت آئی تھی تو ہم نے تم کو اس پر عمل کرنے سے روکا تھا، نہیں بلکہ تم خود ہی اس کے مجرم تھے۔ [۳]

ایسے لوگوں کو اللہ کی جانب سے جو جواب ملتا ہے وہ یہ ہے: ''لکلّ ضعف ولکن لاتعلمون۔''ترجمہ: ہر ایک کے واسطے دوگنا عذاب ہے لیکن تم جانتے نہیں۔ [۴]

اگر کوئی فقیہ بھی (نعوذ باللہ) عوام کو اندھی تقلید کی دعوت دے اور انہیں گناہوں اور برے کاموں کی طرف ترغیب دلائے تو وہ خود بھی اور عوام بھی جوابدہ اور معتوب ہوں گے۔کوئی فقیہ بھی قانون الٰہی سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ البتہ اگر فقیہ اپنے فرائض کے تقاضوں اور عبادات جیسے علم، تقویٰ اور رہبریت کے تقاضوں پر پورا نہیں اترتا اور مقلدین نے اپنی استطاعت بھر اس کے سلسلے میں تحقیق بھی کی ہو اور پھر اس کے فتاوے پر عمل کرنے کو مجبور ہوں تو ایسی صورت میں فقیہ جوابدہ ہوگا۔

مخالفین کے مطمح نظر میں قابل غور بات یہ ہے کہ انہوں نے آیہ شریفہ کو مطلق تصور کیا ہے اور کلی طور پر یہ ماناہے کہ آیہ گرامی ہر اس عمل کی نہی کرتی ہے جس کے بارے میں عقل یقین حاصل نہ کرسکے، دوسری زبان میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ ہر اس امر یا نہی پر عمل درآمد ہونا چاہئے کہ جس کے نفع ونقصان کے بارے میں یقینی صورت حال ہو خواہ اس امر یا نہی کا حکم دینے والا خود خداوند کریم ہی کیوں نہ ہو! مثلاً اگر خدا اور رسولؐ نے نماز پڑھنے اور روزے رکھنے کا حکم دیا ہے اور ہمیں اس کے نفع ونقصان پر یقین نہیں ہے تو نہ ہم نمازیں پڑھیں نہ روزے رکھیں کیونکہ ایسی صورت میں ہمارا عمل اندھی تقلید شمار کیا جائے گا یا اس کے علاوہ جیسے پیغمبرؐ کی جنگ میں کسی کو کسی ایک گروہ لشکر کا سپہ سالار بنائیں تو اس گروہ کے سپاہی کو اپنے یقین پر عمل کرنا چاہئے یعنی اگر کسی نے اس کے حکم کو مفید جانا تو عمل کرے اور اگر مناسب نہ سمجھا کو عمل نہ کرے اور اگر اسے شک ہو تو ٹھہر جائے۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا کوئی جنگ ان حالات میں جیتی جاسکتی ہے۔کون عقلمند اس طرح کے قرآنی حکم کا تصور کرسکتا ہے؟ کیا سپہ سالار کی اطاعت کے جملہ شرائط میں ایک شرط اس کی صلاحیتوں میں یقین رکھنا نہیں ہے کیا یہ قانون، جنگل راج یا اس سے بدتر نہیں کہلائے گا؟

سورۂ اسریٰ کی آیت ۳۶، ایسے حاکم یا مرشد سے متعلق ہے جو ایسا نہ ہو کہ جیسے پروردگار عالم بغیر کسی واسطہ کے یا رسولؐ وائمہ معصومینؑ یا ولی فقیہ کی طرح کسی واسطہ کے ذریعہ مسائل کے نفع ونقصان

کے بارے میں معلومات رکھتا ہو۔ چنانچہ فلسفہ احکام کی تفصیلات پر یقین کامل نہ ہونے کے باوجود اللہ کی اطاعت کو اندھی اطاعت نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ ہمارا یقین ہے کہ خدا ہر چیز سے آگاہ اور حکمت والا ہے اور اچھائی کے علاوہ کسی چیز کا حکم نہیں دیتا ہے اور چونکہ ولی فقیہ بھی احکام خداوندی کی بنیاد پر حکم نافذ کرتا ہے اور ہم احکام الٰہی اور اس کی اطاعت کے پابند ہیں اور یہ جانتے ہیں کہ اس کی اطاعت باعث نظم امور قرار پائے گی لہٰذا ہماری اطاعت اندھی اطاعت نہیں ہے بلکہ سمجھا بوجھا عمل ہے۔مثال کے طور پر اگر ہماری آنکھوں پر پٹی باندھ کے ہمیں سڑکوں پر پھرایا جائے ہم اندھے شمار کیے جائیں گے لیکن اگر اسی حالت میں کہ ہماری آنکھوں پر پٹی باندھی ہوئی ہے کوئی دردمند آدمی ہمارے ہاتھوں کو تھام لے اور رہنمائی کرے، اونچے نیچے راستوں سے باخبر کرے تو اسے اندھی تقلید شمار نہیں کیا جائے گا۔ اگر ہم ڈرائیورنگ سے ناواقف ہیں اور گاڑی کا اسٹیرنگ کسی اور کے ہاتھ میں ہو تو اس کی ہمراہی اور عدم مخالفت عین عقلمندی اور ہوشیاری ہے، ہاں اگر ہم نے اسٹیرنگ کو نا اہل ڈرائیور کے ہاتھوں میں سونپ دیا کہ ہم تو اسی کے ساتھ چلیں گے یہ اندھی تقلید کہلائے گی۔

جملہ اہم مسائل کے مفاسد ومصالح پر کامل دست رس اور یقین نہ ہم سب کے لئے ممکن ہے نہ ہی ہم سب سے اس کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ لہٰذا اپنے سے بہتر وبرتر کی اطاعت وپیروی ہم پر لازم قرار دی گئی ہے تاہم انبیاء اور مرسلین کو بھیجے جانے کے پیچھے یہی فلسفہ پوشیدہ ہے کہ ہم اصلاح امور کے سلسلے میں منزل یقین میں نہیں ہیں اور انہیں اس کا علم ہوتا ہے۔

وہ مسائل کہ جن کے سلسلے میں ہمیں مہارت نہیں حاصل ہے اور ہم کوئی فیصلہ سنائیں تو یہ خود پر ظلم ہوگا اور اگر کسی ماہر سے رجوع کریں تو عین کیاست وہوشیاری قرار پائے گی مثلاً اگر ہم اپنے کسی کام سے متعلق انجینئر کی رائے پر عمل کریں تو ۸۰ رفیصد کامیابی کا یقین ہوتا ہے اور اگر صرف اپنے طور پر ہر مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کریں تو ۲۰ فیصدی بھی کامیابی کی امید نظر نہیں آتی۔

یہی قرآن کریم کہ جس کے بارے میں مخالفین تقلید کا خیال ہے کہ اس نے اندھی تقلید سے منع کیا ہے۔ متعدد بار اطاعت خدا، پیغمبرؐ اور صاحبان امر کی اطاعت کا حکم دیا ہے اور بنیادی طور پر اطاعت کا تعلق امر ونہی سے ہے نہ کہ عقل ودرک پر، شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ نے ارشاد فرمایا:" من یّطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ " نزاع کے موقع پر اللہ ورسولؐ سے رجوع کیا جاتا ہے تو نزاع رفع ہو جاتا ہے اور یہ تب ہی ممکن ہوتا ہے جب دونوں فریق میں سے ایک اپنے نظریے سے ہٹ کر

امرونہی خداورسولؐ کے آگے سرتسلیم خم کرلے۔ واضح رہے کہ علیؑ ورسولؐ کا اتباع کرنے والوں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان کا علم سارے امور پر محیط ہے چنانچہ انہوں نے ہمیشہ ائمہ معصومینؑ کی پیروی کی ہے۔ ابن ابی یعفور کے بارے میں ملتا ہے کہ انہوں نے کہا: اگر آپ فرمائیں کہ آدھا انار حلال اور آدھا انار حرام ہے تو مجھے کوئی انکار نہیں ہوگا اور میں آپ کے حکم پر عمل کروں گا۔ ۵

اگر اصول وفقہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ہم اس نتیجہ پر پہونچیں گے کہ مخالفین نے سورۂ اسریٰ کی آیت ۳۶ کے استدلال کا جواب وہاں بھی پایا ہے۔ کسی ایسی چیز پر عمل کہ جس کی حجیت پر یقین ہو اپنے علم پر عمل ہے شک پر نہیں، صاحب نظر اور صاحب علم کے قول پر عمل، علم پر عمل ہے، شک اور اندھی تقلید نہیں۔ اگر کسی ایک آیت میں حکم ہو تو شک پر عمل نہ کرو اور دوسری آیت میں یہ حکم دے کہ رسولؐ وامامؑ معصوم اور ولی فقیہ کہ جس نے معصومین کی زندگی سے سب کچھ سیکھا ہے، کے قول پر عمل کرو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ قول پیغمبرؐ وغیرہ علم اور یقین کی حیثیت رکھتا ہے اور اس پر عمل کرنا چاہئے۔ خواہ ہمیں اپنے تئیں یقین کامل حاصل نہ ہوا ہو۔

۲۔ سورۂ انفال آیت ۲۲

" إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لاَيَعْقِلُونَ "۔ ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں کہ اس پر چلنے والے تمام حیوانات میں خدا کے نزدیک سب سے بدتر وہ گونگے بہرے ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ ۶

بطور مثال، کیا وہ آدمی جو اپنے علاج کے لئے ماہر طبیب سے رجوع کرتا ہے باوجودیکہ اس نے ڈاکٹر کو اپنی شناخت اور معلومات کی بنیاد پر انتخاب کیا ہے لیکن علم طب کے رموز وقوانین سے بالکل ناآشنا ہے پھر بھی وہ ڈاکٹر کے بتائے ہوئے تمام اوامر ونواہی پر عمل پیرا ہے، گونگا بہرا اور بیوقوف ہے یا وہ لوگ جو ایک ٹیبلیٹ کھانے کو تیار نہیں ہوتے جب تک خود اس کی تمام خوبیوں اور خامیوں سے واقف نہ ہوجائیں اس صورت میں پہلے والی قسم کے لوگ بہت ممکن ہے شفا پاجائیں مگر دوسری والی قسم کے لوگوں کا شفایاب ہونا مشکل ودشوار معلوم ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا آیہ شریفہ سے مراد وہ کفار ہیں جو خداورسولؐ کی اطاعت نہیں کرتے یعنی نہ اطاعت کرتے ہیں اور نہ ہی احکام الٰہی پر کان دھرتے ہیں۔

قرآن کریم ایسے اللہ کے بندوں کو مومن، اہل نجات، اور عقلمند جانتا ہے جو مطیع وفرمانبردار

ہیں نہ کہ ایسے مدعی لوگوں کو جن کا خیال یہ ہے کہ ان کی فہم وفراست ، پیغمبروں، الٰہی نمائندوں اورفقہاء سے زیادہ ہے۔

۳۔سورہ توبہ آیت ۳۱

”اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَمَا أُمِرُوا إِلاَّ لِيَعْبُدُوا إِلٰهًا وَاحِدًا لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ“۔ترجمہ: ان لوگوں نے اپنے خدا کو چھوڑ کے اپنے عالموں، زاہدوں اور مریم کے بیٹے مسیح کو اپنا پروردگار بناڈالا حالانکہ انہیں سوائے اس کے حکم ہی نہیں دیا گیا کہ وہ خدائے یکتا کی عبادت کریں جس چیز کو یہ لوگ اس کا شریک بناتے ہیں وہ اس سے مبرّا ہے۔[۷]

مذکورہ آیت کے کس پہلو سے یہ بات ثابت کی جاتی ہے کہ اطاعت ولی فقیہ شرک ہے؟

ہمیں یہ جاننا چاہیے کہ غیر خدا کی عبادت واطاعت یا اس کی رضا کے بغیر کسی اور اتباع کے علاوہ شرک اور کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ہمارا جو رشتہ اور معاملات معبود حقیقی سے ہے اسے کسی غیر خدا سے روا رکھنا ہی شرک کا بنیادی عنصر ہے۔لہٰذ حکم خدا سے حضرت آدم کا سجدہ تعظیمی عین توحید پرستی ہے باوجودیکہ سجدہ اورعبادت کسی غیر خدا سے متعلق ہے۔کیا وہ لوگ جو ولایت فقیہ کے قائل ہیں، ولی فقیہ کی اطاعت کوبغیر امر الٰہی کے بجالائے ہیں؟ یا یہ ایک بہت بڑا الزام ہے۔

امام حسن عسکریؑ کی تفسیر میں درج ہے کہ یہودونصاریٰ نے ہر گز احباریت ورہبانیت کے لئے سجدہ نہیں کیا بلکہ انہوں نے ان کے امر ونہی کی اطاعت کی، اس معنیٰ میں کہ انہوں نے ان کو اپنا رب مان لیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ انہوں نے امر خدا پر انہیں ترجیح دی اور بندہ کے حکم کو خدا کے حکم پر برتر جاننا شرک ہے۔ مثلاً اللہ نے سود کو حرام قرار دیا ہے مگر ان لوگوں نے اسے حلال جانا۔راوی نے امام حسن عسکریؑ سے پوچھا کہ یہودو نصاریٰ بھی اپنے علماء کی تقلید کرتے ہیں اور مسلمان بھی اپنے فقہاء کی تقلید کرتے ہیں اس میں کیا فرق ہے جبکہ قرآن میں اس کی نہی کی جاچکی ہے امامؑ نے فرمایا: یہودونصاریٰ کی تقلید شرک پر مبنی ہے، کیونکہ رہبانیت امر الٰہی کے برخلاف عمل کرنے کی ترغیب دلاتی ہے لیکن مسلمان اپنے فقہاء کی تقلید کرتے ہیں جو مرضی ومنشاء الٰہی کے مطابق فتاوے دیتے ہیں۔

فامّا من كان من الفقهاء صائناً لنفسه ، حافظاً لدينه، مخالفاً لهواه ، مطيعاً لامره مولاه، فللعوام ان يّقلّدوه۔[۸]

اس روایت سے تقلید کے معنی بھی روشن ہوجاتے ہیں کہ تقلید یعنی اپنے پیشوا یا امام برحق کی اطاعت و پیروی جبکہ وہ پیشوا یا رہبر، فقیہ ہو،

کسی ڈاکٹر یا انجینئر یا صاحب نظر کی رائے پر عمل کرنا تقلید نہیں ہے۔ مرجع تقلید کے لئے کچھ شرائط ہیں مثلاً مرد ہونا وغیرہ وغیرہ (جیسا کہ مذکورہ بالا حدیث سے روشن ہے)

۴۔ سورہ احزاب آیت ۶۷

" وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكُبَرَائَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلَا "۔ ترجمہ: اور کہیں گے کہ ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کا کہنا مانا اور انہوں ہی نے ہمیں گمراہ کردیا۔۹

مخالفین ولایت فقیہ کہ جو بہ زعم خود تقلید کے چہرے کو بے نقاب کرنے والے ہیں کہتے ہیں: انتشارات "نقش تعیین کنندہ مستضعفین وروحانیت" میں تفصیلی طور پر تقلید سے متعلق گفتگو کی گئی ہے اور ہم نے وہاں ثابت کیا ہے کہ یہ مسئلہ کہ لوگ خود کو عوام الناس ہونے کے بہانے بلا سوچے سمجھے ہاتھ باندھے ایک عالم فقیہ کے سپرد کردیں اوردین ودنیا اور عقائد واعمال کو ان کے بتائے ہوئے نسخہ کے مطابق انجام دیں، کسی بھی طرح قرآن وسنت وعترت کے مطابق نہیں ہے۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے بزرگ پیشواؤں نے شیعوں کے لئے تاکید کی ہے کہ یہودیوں کی نقل کرنے سے بچیں، جان لیں ایسے علماء بہت کم ہیں جو تقویٰ اور صیانت نفس کے حامل ہیں اور مطیع امر مولیٰ (اللہ) ہیں اور منافع دینا ان کے پیش نظر نہیں ہے۔۱۰

ایسا لگتا ہے جیسے مذکورہ بیان کا آخری حصہ امام حسن عسکری سے مروی روایت سے ماخوذ ہے البتہ ایسے تراش خراش کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جو ایک بہت بڑی علمی خیانت ہے۔ اسی حدیث میں ان مختصر فقہاء کی تقلید وپیروی کا حکم دیا گیا ہے جس کا مخالفین نے ذکر کیا ہے تاہم اسی حدیث میں تقلید اور رہبانیت میں فرق واضح کیا گیا ہے۔ فامّامن کان من الفقھاء صائناً لنفسہ، حافظاً لدینہ، مخالفاً لھواء، مطیعاً لامر مولاہ فللعوام ان یقلّدوہ وذلک لایکون الاّ بعض فقھاء الشّیعۃ لاجمیعھم۔" ۱۱

دوسری بات یہ ہے کہ مخالفین کا خیال ہے کہ تقلید واطاعت غیر خدا شرک ہے اور اپنے عقائد واعمال کو غیر خدا کے لکھے ہوئے نسخہ کے مطابق انجام دینا اندھی تقلید اور برخلاف کتاب وسنت ہے۔ اللہ، حضرت عیسیٰ حضرت ابراہیم یا کسی اور پیغمبر کی عبادت وپرستش کو شرک جانتا ہے۔ چہ جائیکہ

فقیہ عادل اور مطیع امر مولیٰ، چنانچہ عمل کی ماہیتوں میں موضوع اور معبود دونوں اعتبار سے فرق ہے، لہٰذا اگر عبادت واطاعت پیغمبر بغیر اذن خدا کے ہوتو شرک ہے اور اگر حکم خدا سے ہوتو نہ صرف یہ کہ شرک نہیں ہے بلکہ عین اطاعت وعبادت خداوندی ہے، جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا: ''مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ تَوَلَّى فَمَا أَرْسَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِيظًا''۔ترجمہ: جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے روگردانی کی تو ہم نے تم کو اس کے اوپر پاسباں بناکے نہیں بھیجا ہے۔ ۱۲

''إِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ''۔ترجمہ: اے کفار تم اور جس چیز کی تم پرستش کرتے تھے جہنم کا ایندھن ہوگے اور اس میں ڈالے جاؤ گے۔ ۱۳

اگر علماء وفقہاء کی اطاعت مطلقہ حضرت حجت ابن الحسن (عج) کے حکم کے بموجب ہو کہ جو خود بھی اللہ اور رسولؐ کی طرف سے منسوب ہے، در اصل اطاعت امام زمانؑ واطاعت پیغمبرؐ اور خداوند عالم ہے۔

''کافی''میں درج ہے کہ خداوند کریم نے اپنے احکام کو اس لئے پیغمبرؐ پر محمول کیا ہے تا کہ مطیع وگنہگار کا فرق واضح ہو سکے۔ ۱۴

سوال یہ ہے کہ کیا مذکورہ آیت، پیغمبرؐ وامامؑ یا وہ شخص جس کی اطاعت کا حکم دیا جائے، کے تصور اطاعت پر محیط ہے؟

کیا پیغمبرؐ وائمہؑ ہمارے پیشواؤں اور رہنماؤں میں سے نہیں ہیں، صرف فقہاء کو اس آیت میں مراد لیا گیا ہے؟ کیا گمراہ لوگ، مطیع رسولؐ مانے جائیں گے؟ کیا مطیع پیغمبرؐ و امامؑ اور ولی فقیہ کے لئے بھٹکا ہوا ہونا ضروری ہے، درحالیکہ قرآن کریم کی آیات سے یہ بات واضح ہے کہ جو رسولؐ کی اطاعت کرے گا وہ عذاب الٰہی کا شکار نہیں ہوگا۔

اگر تمام قرائن اور شواہد کو نظر انداز کردیا جائے اور یہ کہا جائے کہ یہ آیت شریف علماء وفقہاء سے متعلق ہے تو کیا یہ ان علماء وفقہاء عادل ومتقی کو شامل کرتا ہے کہ جن کی اطاعت مطلقہ کے لئے حکم ہوا ہے۔

'' يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللّٰهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ''۔ترجمہ: اے ایمان والو اللہ کی اطاعت کرو، رسولؐ کی اطاعت کرو اور صاحبان امر کی اطاعت کرو ۔ ۱۵ آیت مذکور بھی انہیں کے لزوم اطاعت پر دلالت کرتی ہے۔

چنانچہ آیہ مذکور کو آیۂ وقالو ربّنا.....الخ کا مویّد سمجھنا چاہئے،

علاوہ ازیں یہ گفتگو کہ آیت محض طاغوت وشیاطین کے لیڈروں سے متعلق ہے اور ایسے کسی بھی فرد کا اشارہ اس میں نہیں ہے جن کی اطاعت کا حکم اللہ نے دیا ہو، اس سلسلے میں پہلے وہابی اور ان سے پہلے خوارج نہروان اور ان سے بھی پہلے کفار ومشرکین اس غلط فہمی کا شکار ہو چکے ہیں۔ کفار ومشرکین کہتے تھے !'' وَقَالُوا مَالِ لِهَذَا الرَّسُولِ يَأْكُلُ الطَّعَامَ وَيَمْشِى فِى الأَسْوَاقِ لَوْلاَأُنزِلَ إِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُونَ مَعَهُ نَذِيرًا ''۔ترجمہ:ان لوگوں نے یہ بھی کہا کہ یہ کیسا رسولؐ ہے جو کھانا کھاتا ہے، بازاروں میں چلتا پھرتا ہے، اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں نازل ہوا جو اسے ڈرانے والا ہوتا۔ ۱۶

یعنی تقدّس موضوع کا تقاضا یہ ہے کہ وحی ملائکہ پر نازل ہو نہ کہ انسان پر، ہم بآسانی اس نتیجہ پر پہونچے کہ ان کا یہ تصور موہوم انہیں خداوند کریم کی تکذیب پر آمادہ کررہا ہے۔

خوارج نہروان کہتے تھے ! حکومت صرف خدا کا حق ہے، نہ رسولؐ نہ علیؑ اور نہ کوئی اور، چنانچہ باربار'' ان الحکم الاّ للّٰہ''۔ ۱۷ کا نعرہ بلند کرتے تھے، امیر المومنین حضرت علیؑ نے ان کی فکر کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا تھا، كلمة حق يراد بها الباطل۔

اس موقع پر مخالفین کے لئے ہمارا یہ جواب ہے کہ قانون بنانا اللہ کے ہاتھ میں ہے مگر اس کا اجراء اس کے نمائندوں اور صالح بندوں کی ذمہ داری ہے، یعنی حکومت رسولؐ وامامؑ، حکم خداوندی سے تشکیل پاتی ہے اور وہ حکم خدا کو نافذ کرنے پر پابند ہیں جیسا کہ ارشاد ہے ان احكم بينهم بما انزل الله ۱۸ ،صرف عمل درآمد کے لئے انہیں وقتی طور پر یہ ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔

وہابی کہتے ہیں: غیر خدا سے طلب حاجت اور تقاضائے امداد اگرچہ اس کے حکم سے بھی ہو تو بھی شرک ہے اور وہ اس سلسلے میں آیتیں بھی پیش کرتے ہیں:'' قُلْ أَرَأَيْتُمْ شُرَكَائَكُمُ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللهِ أَرُونِى مَاذَا خَلَقُوا مِنَ الأَرْضِ أَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِى السَّمَاوَاتِ''۔ترجمہ:اے رسولؐ تم ان لوگوں سے پوچھو کہ تم خدا کے علاوہ جن شریکوں کی قیادت کرتے تھے کیا تم نے انہیں دیکھا ہے، مجھے بھی دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کون سی چیز پیدا کی یا آسمانوں میں ان کا آدھا ساجھا ہے۔ ۱۹

وہابیوں کا بعض گروہ اس بات کا قائل ہے کہ تقاضائے حاجت حتیٰ نبیؐ وامامؑ سے بھی اس آیت میں مراد ہے چنانچہ زیارت قبر معصومینؑ اور ان سے کچھ مانگنا اور ان کی تربت کی مٹی پر سجدہ اور

ان کی ولادت کی مناسبت سے جشن برپا کرنا، شرک ہے، درحالیکہ حجر اسود کا بوسہ جائز اور مرسوم ہے خانہ خدا کا طواف سب کرتے ہیں اور یہی نہیں بلکہ مخالفین اسلام سے تقاضائے امداد کا سلسلہ بھی جاری ہے پھر بھی وہ خود کو مشرک نہیں جانتے۔

شرک، غیر خدا کی عبادت واطاعت کو کہتے ہیں یا کسی ایسے کا اتباع جو بغیر اذن الٰہی کے احکام اللہ کا ذمہ دار بن بیٹھے۔ اس لحاظ سے آیۂ'' أَمْ آتَيْنَاهُمْ كِتَابًا فَهُمْ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْهُ''۔ ترجمہ: یا ہم نے خود انہیں کوئی کتاب دی ہے کہ وہ کوئی دلیل رکھتے ہیں۔ ۲۰ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اطاعت غیر خدا اگر اذن الٰہی پر منحصر ہو تو جائز ہے۔

چند نام نہاد پڑھے لکھوں کا ماننا ہے کہ چونکہ دعای فرج میں ائمہ معصومینؑ سے'' یا محمد یا علی انصرانی فانمکما ناصران'' کہا جاتا ہے لہٰذا اس کا پڑھنا کفر ہے، درحالیکہ اللہ نے رسولؐ وآل رسولؐ کو مومنین کی دستگیری اور امداد کا حکم دیا ہے اور اس پر تاکید کی ہے، خداوند عالم کو خود کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہے مگر اس نے رسولؐ یا اس کے دین کی یا مسلمانوں کی مدد کو اپنی مدد شمار کیا ہے۔

۵۔ سورۂ بقرہ آیت ۲۵۶

'' لاَإِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى لاَانفِصَامَ لَهَا وَاللّٰهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ''۔ ترجمہ: دین مبین کوئی زبردستی نہیں ہے کیونکہ ہدایت، گمراہی سے الگ ہوچکی ہے جس نے جھوٹے خداؤں کا انکار کیا اور اللہ پر ایمان رکھا اور اس نے رسّی کو مضبوطی سے پکڑے رکھا ہے جو ٹوٹنے والی نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ ۲۱

لکھتے ہیں: ان قرآنی آیات کی روشنی میں جس میں اللہ نے بندوں کو مکمل طور پر اور بااختیار اور آزاد قرار دیا ہے اللہ کا بندوں سے رابطہ ایسا ہے کہ اس نے پیغمبروں کو بھی حق رسالت اسی حد تک دیا ہے کہ وہ چاہے عقائد کا مسئلہ ہو یا اللہ کی طرف دعوت دینے کا مسئلہ یا اس کے احکام کے اجراء کا مسئلہ ہو صرف انتباہ یا نصیحت کرنے کا مجاز ہے اس لئے کہ'' لااکراہ فی الدّین'' کے بموجب دین میں کوئی جبر واکراہ نہیں ہے۔ ۲۲

مذکورہ اقتباس میں ذکر شدہ آیہ کرامی کے ذریعہ ولایت فقیہ کی نفی کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور ولی فقیہ یا کسی اور قابل اطاعت فرد کی اطاعت کو اکراہ فی الدّین کا مستلزم جانا گیا ہے۔ ہوسکتا ہے ان کا مطلب یہ ہو کہ اگر لوگ اپنی مرضی سے ولی فقیہ کی اطاعت کرتے ہیں کہ ان کے

منافع پامال نہ ہوں اور اس کے برعکس اطاعت کو جبر واکراہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ہم نے ''رہبری وجنگ وصلح ''نامی کتاب میں اس آیت کے سلسلے میں اور کفار ومشرکین کے ساتھ جنگ کے متعلق بہت ساری باتیں لکھی ہیں لیکن سردست ہم اس کا ولایت فقیہ کے نقطۂ نظر سے جائزہ لیں گے۔ بنیادی طور پر یہ آیت ولایت مطلقہ فقیہ سے کسی صورت میں متضاد نہیں ہے کیونکہ اس آیت کا موضوع اصلی دین واعتقاد ہے اور اعمال وافعال کا سلسلہ جسے قرآن نے بعض مقامات پر معروف اور منکر سے تعبیر کیا ہے ولی مسلمین کے ہاتھوں میں ہوتا ہے نہ کہ عوام الناس کے ہاتھ میں۔ معروف اور منکر کی تشخیص کا مسئلہ بھی امر ونہی کرنے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ اللہ اور قیامت پر اعتقاد اور کفر وطاغوت کی نفی کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جو زبردستی ثابت کی جائے۔

چنانچہ آیہ کا مفہوم یہ سمجھ میں آتا ہے کہ اس میں مسلمانوں اور ان کے حاکموں کو اس بات کی طرف توجہ دلائی جائے کہ آیات الٰہی کو صحیح روشن اور درست انداز میں پیش کیا جائے تاہم اس میں تحکمانہ بو، نہ آنے پائے۔ واضح رہے کہ مختلف آیات میں کامیاب تبلیغ کے نفسیاتی پہلو کی طرف یاددہانی کرائی گئی ہے مثلاً آیہ "انّا ھدینٰہُ السّبیل اِمّا شاکراً واِمّا کفوراً" ترجمہ: ہم نے ہدایت کا راستہ دکھادیا ہے اب لوگ چاہے شاکر ہوجائیں یا اس کا انکار کردیں۔'' فَمَنْ شَاءَ فَلْيُؤْمِنْ وَمَنْ شَاءَ فَلْيَكْفُرْ'' ترجمہ: پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کردے۔ [۲۴]

اس قسم کی آیات میں اللہ نے انسانوں کو ان کے پورے اختیار کے ساتھ حق وایمان کی دعوت ہے اور جنت وجہنم کا ذکر صرف تشویق تہدید کے عنوان سے ہے، وگرنہ اسلام کو قبول کرنا یا نہ کرنا، توحید وقیامت پر ایمان لانا سوفیصدی انسان کے ہاتھ میں ہے۔

جنگ وجہاد کا حکم بھی اپنے عقائد کوتھوپنے کے لئے نہیں ہے بلکہ سر پھرے ظالموں سے مقابلہ کے لئے ہے کہ جو اپنے منافع کے لئے دوسروں کے حقوق کو پامال کردیتے ہیں، اسلامی تعزیرات وسزاؤں کا فلسفہ بھی صرف یہی ہے کہ سماج میں ایسے کارناموں کو بڑھنے سے روکا جائے جو مضر ہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس برے عمل کے جتنے زیادہ اثرات ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے اس کی سزا بھی اتنی ہی زیادہ ہے اگر ولایت مطلقہ فقیہ سے تھوڑی دیر صرف نظر کرلیں تو بھی آیہ ''لااکراہ فی الدّین ''، تخصص کی حامل ہے اس لئے کہ'' السَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا ''ترجمہ: چور مرد ہو یا

عورت ان کے ہاتھ کاٹ دو۔۲۵ ''الزَّانِیَۃُ وَالزَّانِی فَاجۡلِدُوا کُلَّ وَاحِدٍ مِنۡھُمَا مِائَۃَ جَلۡدَۃٍ'' ترجمہ: زنا کار مرد یا زنا کار عورت دونوں کو سو سو کوڑے مارے جائیں۔۲۶ ''وَالَّذِینَ یَرۡمُونَ الۡمُحۡصَنَات'' ترجمہ: جو پاکدامن عورتوں پر تہمت لگائے۔۲۷ جیسے آیات اس کی وضاحت کرتی ہیں۔

پھر بھی اگر ولی فقیہ کا انکار کریں تو کیا ایک مسلمان ہونے کے سبب ولایت پیغمبرؐ سے انکار کرسکتے ہیں؟ لہٰذا اولو الامر واجب الاطاعت ہیں اور اس کی دلیل میں وہ آیتیں ہیں جسے خصوصی طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

۶۔آیات مختلفہ

'' مَا عَلَی الرَّسُولِ إِلاَّ الۡبَلاَغُ'' ترجمہ: ہمارے رسولؐ پر پیغام پہونچانے کے سوا کوئی اور فریضہ نہیں ۲۸ '' مَا جَعَلۡنَاکَ عَلَیۡھِمۡ حَفِیظاً '' ترجمہ: ہم نے تم کو ان پر پاسبان نہیں بنایا ہے ۲۹ ''لَسۡتَ عَلَیۡھِمۡ بِمُصَیۡطِرٍ'' ترجمہ: تم ان پر داروغہ نہیں ہو۔۳۰

اور دیگر آیات بھی ہیں جسے مخالفین نے سند قرار دیا ہے وہ کہتے ہیں۔

'' واضح طور پر پیغمبرؐ سے بھی کہہ دیا گیا تھا کہ آپ کسی کے اعمال کے نگراں اور ذمہ دار نہیں ہیں چنانچہ یہ امر بالکل بدیہی ہے کہ جب پیغمبرؐ کو ایسی ذمہ داری نہیں سونپی گئی کہ لوگوں کو مومن بنانے میں اجبار سے کام لے اور ان پر کچھ تھوپے تو کوئی اور خواہ وہ فقیہ کیوں نہ ہو کیسے ایسا کرنے کا مجاز ہوسکتا ہے ۳۱

جیسا کہ قرآن کریم نے صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ رسولؐ کی ذمہ داری تبلیغ ہے اور ہرگز یہ اس کی ذمہ داریوں میں سے نہیں ہے کہ وہ زبردستی لوگوں کو مومن بنائے، ''افانت تکرہ النّاس حتّی تکونوا مومنین'' ۳۲ ۔صرف خدا، لوگوں کو نعمت ایمان سے سرفراز کرنے پر قادر ہے کیونکہ دلوں پر صرف اسی کو قدرت حاصل ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ اکرم کا فریضہ اصلی ہدایت وامر بالمعروف ونہی از منکر ہے اور یہی ایک مسلمان حاکم کا بھی فریضہ ہے۔ ولایت ،بشارت اور انداز تبلیغی دائرہ کار میں آتا ہے۔

خداوند کریم ،پیغمبرؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتا ہے : '' فَإِنۡ أَعۡرَضُوا فَمَا أَرۡسَلۡنَاکَ عَلَیۡھِمۡ حَفِیظًا '' ترجمہ: پھر اگر منھ پھیر لیں تو ہم نے تم کو ان پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجا ہے۔ ۳۳

یعنی اگر کوئی ایمان نہ لائے اور بعد عمل نہ کرے تو آپ نے اپنے فرائض انجام دے دئے

ہیں۔ یہ آیتیں کفار کی تکذیب کے مقابلہ میں رسولؐ کی تسلی خاطر کے لئے ہیں، آنحضرتؐ انسانوں کے تئیں دلسوز، مہربان اور شفیق تھے۔ انسانوں کی ہدایت کے لئے ہمہ تن کوشاں رہتے تھے اور انہیں ایمان نہ لاتا دیکھ کر رنجیدہ خاطر ہوتے تھے چنانچہ خداوند کریم ان سے حوصلہ بخش لہجے میں خطاب کرتا نظر آتا ہے۔ اور رسولؐ کی رنجیدہ خاطری کو دور کرتا نظر آتا ہے۔

قابل ذکر اور درست بات یہ ہے کہ رسولؐ بالا جبار لوگوں سے ایمان قبول کرانے پر قادر نہیں تھے مگر احکام الٰہیہ کا اجراء اور منکرات کی بیخ کنی نیز ظالموں کے مقابلہ میں مظلوموں کی پاسداری کی طاقت ضرور رکھتے تھے۔ اگر لوگ آپ کی آواز پر کان نہیں دھرتے تھے تو موعظہ فرماتے تھے ۔آپ کے حکم سے اسلامی حدود جاری کی جاتی تھی ، چور کے ہاتھ کاٹے جاتے تھے ۔ اگر کوئی زنا کا مرتکب ہوتا تھا تو اس کے ساتھ اسلامی تعزیرات کے مطابق برتاؤ کیا جاتا تھا۔ سمرہ ابن جندب اپنے درخت کے مالکانہ حق کے پیش نظر ایک مسلمان مالک مکان کو بیجا دباؤ میں لے رہا تھا، رسولؐ نے اسے نصیحت کی مگر وہ نہیں مانا تو آپ نے حکم دیا کہ درخت کو اکھاڑ دیا جائے چنانچہ درخت کو اکھاڑ دیا گیا اور اس کے سامنے ڈال دیا گیا اور صاحب خانہ کی مشکل آسان کردی گئی ۔ اگر رسولؐ کے پاس اتنی طاقت نہ ہوتی تو حکومت وقدرت بے مفہوم ہوجاتی۔

اعتراض: دیگر مقامات پر بھی بہت سی دیگر آیات میں خداوند متعال کی ولایت کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ولایت مطلقہ ولایت الٰہیہ کے لئے شرک ہے لہٰذا قابل قبول نہیں ہے۔

جواب: الامان الحفیظ، ایسے سمجھ رکھنے والوں سے ! یہ بات اس وقت صحیح ہوتی جب ولایت فقیہ کو ولایت الٰہیہ کے مقابل سمجھا جاتا مگر جب ہم پہلے ہی عرض کرچکے کہ نبیؐ وامامؑ یا فقیہ کی ولایت ، اللہ کی قدرت سے تعارض نہیں ہے بلکہ اسی کی راہ میں نبھائی جانے والی ذمہ داری ہے۔

اگر کسی نظام کے نمائندہ کا حکم مانا جائے تو اس سے نظام کے سربراہ کی ولایت پر کوئی برا اثر نہیں پڑتا! کیونکہ یہ اطاعت حکومت کا اتباع مانی جائے گی، ہاں اگر کوئی نمائندہ معزول کردیا گیا ہو اور ہم پھر اسی کی اطاعت کو خود پر فرض جانیں تو یہ حکومت کی قدرت میں کسی کو شریک قرار دینا ہوگا۔ بتوں کو سجدہ کرنے سے متعلق جو اعتراض ہے وہ اسی قسم کا ہے کیونکہ وہ غیر خدا ہیں لیکن اگر حکم خدا کی تعمیل میں ملائکہ، آدم کو یا برادران یوسف، یوسف کو سجدہ کریں تو کیا قباحت ہے درحالیکہ قرآن کریم نے دونوں موقعوں پر لفظ سجدہ کا استعمال کیا ہے۔

سجدۂ حضرت آدم سے متعلق ارشاد ہے:

" وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلاَئِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ " ترجمہ: جب ہم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ آدم کا سجدہ کریں۔ ۳۴؎ حضرت یوسف کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے: وخرّوا له سجّداً ترجمہ: وہ سب سجدہ میں جھک گئے ۳۵؎

بڑے افسوس کی بات ہے کہ بعض افراد اپنے مقصد کے حصول کے لئے ،کسی بھی گفتگو کے بعض حصہ کو لے لیتے ہیں اور بعض حصہ کو چھوڑ دیتے ہیں ، اللہ نے متعدد آیات میں حکومت وسلطنت کو اپنی ذات سے منسوب کیا ہے لیکن دوسری آیات میں انبیاء بنی اسرائیل کو ملوک کے عنوان سے ذکر کیا ہے، سورۂ مائدہ آیت نمبر ۲۰ میں ارشاد ہوتا ہے" اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا"۔ ترجمہ: یادکرو اللہ کی ان نعمتوں کو جو اس نے تم پر نازل کی ہیں، اس نے تمہیں میں سے نبی بنائے، بادشاہ بنائے۔بعض دیگر آیات میں اللہ نے خالقیت ،رزّاقیت مالکیت اور حاکمیت کو دوسروں کے لئے ذکر کیا ہے مگر سب کو اپنی خالقیت ، رزّاقیت ، مالکیت، اور حاکمیت سے مربوط جانا ہے۔" فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ "ترجمہ: بابرکت ہے وہ ذات جو سب سے بہتر خلق کرنے والا ہے ۳۶؎ وَإِنَّ اللَّهَ لَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ۔ترجمہ: خدا سب سے بہتر رزق عطا کرنے والا ہے۔ ۳۷؎ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ترجمہ: کیاان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لئے چارپائے اس چیز سے پیدا کیے جسے ہماری ہی قدرت نے بنایاتو یہ لوگ ان کے مالک بن گئے ۳۸؎

۷۔سورۂ نساء، آیت ۵۸

"إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَى أَهْلِهَا وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا"۔ترجمہ: بیشک خدا تمہیں حکم دیتا ہے کہ لوگوں کی امانت کو ان کے اہل تک پہونچا دو اور جب لوگوں کے درمیان محاکمہ کروتو عدل سے کام لو خدا تمہیں اس کے لئے بہترین نصیحت کرتا ہے، بیشک وہ سب سنتا اور دیکھتا ہے۔ ۳۹؎

خداوندکریم نے انسانوں کو اپنی خلافت ،تقرب اور اپنے جیسا بنالینے کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے اس کے اعمال کے لئے اختیار کامل دے کے بھیجا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ وہ اسے اتنا مجبور بنادے گا کہ اس پر اس جیسے یا اس سے پست یا بالا تر افراد کو سرپرستی یا بالادستی کو حق دیدے؟

اسلامی نظام حکومت کی تشکیل کا مطلب ایک ایسا سیاسی اور سماجی نظام ہے جس میں ولایتی آمریت کا گذر نہ ہو کہ جسے امت کا داروغہ بنایا گیا ہو،قرآن کریم میں اس سلسلے میں ارشادات موجود ہیں:

ایک آیت میں خود رسولؐ سے خطاب ہے کہ قوم اور معاشرہ کے معاملات میں خود ان سے مشورہ کریں'' وامرھم شوریٰ بینھم''

جواب : مذکورہ بالا اقتباس میں یہ بات قطعاً سمجھ میں نہیں آتی کہ اس کے کس حصہ سے ولایت فقیہ کی نفی ہوتی ہے؟

اس کے پہلے حصہ میں کہ جس میں صاحبان امانت کو ان کی امانتیں واپس کرنے کا تذکرہ کیا گیا ہے ، اس کا بہت غلط مطلب سمجھا گیا ہے۔ اگر امانت کے بہت عام معنیٰ مراد لیے جائیں کہ جس میں مناصب واموال مراد لیے گئے ہوں بشرطیکہ اس سے امامت جیسی امانت الٰہیہ کے خلاف نہ ہو۔

اہل بیتؑ سے متعدد روایات ہیں کہ اس فریضہ کو ہم پر عائد کیا گیا ہے اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کہ امامت کی امانت آنے والے امام کے حوالے کریں۔ امام موسیٰ کاظمؑ سے پوچھا گیا کہ آیۂ مذکور کا مفہوم ومصداق بیان فرمائیں : آپؑ نے فرمایا: اس میں ہمارے لئے ایک خاص حکم ہے، اللہ نے ہم میں سے ہر ایک امام کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بعد والے امام کو متعلقہ امانتیں ودیعت کردے اور اسے بعد والے امام کی شکل میں پہنچوادے ۔۴۰

برادران اہل تسنن نے بھی اس سے ملتی جلتی حدیث کو امام علیؑ سے نقل کیا ہے:

ہر امامؑ پر واجب ہے کہ احکام الٰہیہ کا اجراء کرائے اور امانت کو صاحب امانت تک پہونچادے۔ اگر وہ ایسا کرے تو لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی اطاعت کریں اور وہ جب بھی انہیں بلائے اس کی آواز پر لبیک کہیں۔۴۱

البتہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا جاچکا ہے امانت سے مراد ، امامت بھی ہے اورصرف اسی سے مخصوص نہیں ہے، جیسا کہ قرائن سے ثابت ہے کہ آیت کے دوسرے حصہ میں حکومت میں عدالت کی اہمیت کی طرف بھی اشارہ کرنا پڑتا ہے۔

آیت کا دوسرا حصہ بھی ، اسلام میں حکومت کی طرف اشارہ سے خالی نہیں ہے، اس لئے کہ حکومت اگر نمائندگان الٰہی کے نقطۂ نظر سے درست نہ ہوتو عادل حکومت ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ ایسی صورت میں اس کا ظالمانہ نظام اسے اسلام کے تقاضوں سے ہماہنگ نہیں ہونے دیگا۔

اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ ہے کہ امانتوں کو صاحبان تک پہونچانے کے تذکرے اور اللہ کے صالح بندوں کی ولایت مطلقہ میں کیا ربط ہے؟

کیا کسی فرد یا گروہ کو مطلق حاکم (ولی امر مسلمین) کے طور پر منسوب کرنا ظلم ہے؟

کیا وہ خلق خدا جو اسی پروردگار کی ملکیت ہے اپنے صدر مملکت کے انتخاب کا حق رکھتی ہے اور ان کا پروردگار ان کے لئے حاکم کے انتخاب کا حق نہیں رکھتا!

انسان اسلام کی تعلیمات ومسلّمات سے کتنا دور ہے جس کی وجہ سے ایسی واضح آیات قرآنی، تحریف معنوی کی شکار ہورہی ہیں اور اس کو اس طرح سمجھے کہ وہ اللہ کہ جس سے انسان کو اپنے جیسا بنانے اور اپنے سے قریب کرنے پر تاکید کی ہے وہ ان ہی جیسے انسانوں کو ان پر کیسے مسلّط کرسکتا ہے اور انہیں اس کی اطاعت کرنے پر مجبور کرسکتا ہے۔

کیا ائمہ معصومینؑ کہ جو اسلامی فقہیات کے سیدو سردار ہیں یا وہ فقہاء کہ جنہوں نے اس سرچشمہ سے فیض حاصل کیا ہے، عوام الناس سے پست ہیں؟

ان تمام تعریفوں اور تذکروں کے پیش نظر جو قرآن اور سنت پیغمبرؐ میں علماء کے لئے موجود ہے، انہیں ان کا نمائندہ اور جانشین ہونے کی حیثیت حاصل ہے۔ علماء چمکتے ہوئے سورج کی طرح ہیں۔ یہ علماء وارث پیغمبرؐ ہیں۔ یقیناً ان حضرات مغرب زدہ کے اعتبار سے فقہاء کی پستی کے دلائل یہی ہیں کہ وہ فقراء کے ہم نشین ہوتے ہیں۔ مستضعفین کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھتے ہیں، جھوپڑی کو محلوں پر ترجیح دیتے ہیں۔ زاہدانہ زندگی کے ساتھ قرآن وسنت پر عمل کرتے ہیں۔

کیا تقرب خداوندی اور اس کے نمائندوں کی اطاعت میں کوئی ٹکراؤ یا تناقض ہے؟ کیا اطاعت پیغمبرؐ کو اطاعت حکم خداوندی نہیں سمجھا جاتا ؟ ''من یطع الرّسول فقد اطاع اللّٰہ ''ترجمہ: جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی ۔ ۴۲؎

کیا اطاعت رسول تقرب الہٰ کا باعث نہیں ہے؟ ومن یطع اللّٰہ والرّسول۔ ترجمہ: جس نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی۔ ۴۳؎

بنیادی طور پر فریضہ اور اجبار میں زمین آسمان کا فرق ہے، جیسے اللہ نے نماز اور روزہ کا حکم دیا ہے اسی طرح ولی مسلمین کا حکم دیا ہے۔

اگر پہلا والا حکم اجباری ہے تو دوسرا بھی اجباری ہے ، اگر نماز و روزہ کے احکام سے عذر

پیش کیا جاسکتا ہے تو اس کے لئے بھی پیش کیا جاسکتا ہے۔

اگر فرض کرلیں کہ اطاعت ولی مسلمین اجباری ہے تو کیا اللہ کو یہ حق حاصل نہیں ہے؟

البتہ مشورہ کے سلسلے میں اللہ کا حکم اپنے پیغمبرؐ کو (''امرھم شوریٰ بینھم ''۴۴؎ کے ذریعے نازل ہوا اس سلسلے میں سب سے پہلے تو سوال ہے کہ پیغمبرؐ واجب الاطاعت ہیں یا نہیں ؟ کیا پیغمبرؐ بغیر کسی کے ساتھ مشورہ کے مبعوث بہ رسالت نہیں ہوئے تھے؟ دوسرے کیا ولایت فقیہ، وجوب مشورت کے منافی ہے؟

ولایت مطلقہ فقیہ کا لازمہ یہ ہے کہ اس کا ہر فیصلہ یا حکم واجب الاطاعت ہونا چاہئے وہ ہمارے پسند خاطر ہو، چاہے پسند خاطر نہ ہو، سیاست سے متعلق ہو یا اقتصادیات سے متعلق ہو، انفرادی مسئلہ ہو یا اجتماعی ،وجوب مشورت کا لازمہ یہ ہے کہ مشورہ سے پہلے کسی بھی فیصلہ یا حکم کو صادر نہیں کیا جاسکتا۔ اور اگر ولی مسلمین نے مشورہ کیا اور اس کی ذاتی رائے باطل ثابت ہوئی تو اس پر لازم ہوگا کہ وہ خلاف مصلحت عمل نہ کرے۔

کیا مشورہ کا واجب ہونا حقیقت وواقعیت تک پہونچنے کے لئے ہے یا نہیں؟ چنانچہ اگر کوئی خود اس کی نظر میں صحیح ہوتو مشورہ لازم نہیں۔

مثلاً جج کسی ملزم کو حکم دے، کہ گھر سے باہر آئے اور عدالت میں حاضر ہو اور ملزم وقت معینہ پر عدالت میں حاضر پایا جائے تو کیا اس کے لئے لازم ہے کہ وہ پہلے گھر جائے اور وہاں سے عدالت آئے؟

حضرت علیؑ نے طلحہ اور زبیر کے اس اعتراض پر کہ کیوں اس سے مشورہ نہیں کیا جاتا، فرمایا: جب مجھے یہ ذمہ داری سونپ دی گئی ہے اور مجھے ولی قرار دیا جاچکا ہے تو میں کتاب خدا اور احکام الٰہیہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے عمل پیرا ہوں اور اس سلسلے میں سنت پیغمبرؐ پر پابند ہوں لہٰذا مجھے تمہاری اور نہ ان کی اور نہ کسی کی رائے کی ضرورت محسوس ہوئی اور ابھی تک ایسا مسئلہ مجھے درپیش نہیں ہوا ہے کہ جس کے لئے مجھے تم سے یا تمام مسلمان بھائیوں سے مشورہ کی ضرورت محسوس ہو، ہاں ! اگر آئندہ مجھے اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو مجھے تم سے یا عامۃ المسلمین سے رائے لینے میں کوئی گریز نہیں ہوگا۔۴۵؎

اگر یہ کہا جائے کہ وجوب مشورہ، موضوعی ہے چاہے والی امور مسلمین پر حقیقت منکشف ہوچکی ہو چاہے نہ ہوئی ہو، عوام کی رائے کے احترام میں اسے مشورہ کرنا چاہئے تا کہ ملک کے

دوسرے صاحبان منصب اس روش سے دریغ نہ کریں اور اس صورت میں بھی ولایت مطلقہ کوکوئی گزند نہ پہونچے گی ، کیا والی امور مسلمین کا یہ فریضہ ہے کہ کسی بھی فیصلہ سے پہلے عامۃ المسلمین سے مشورہ کرے؟ اگر اس نے حسب اقتضاء حال کوئی حکم جاری کردیا تو اس کی اطاعت واجب ہے کیونکہ عجز وضرورت کی حالت میں مشورہ کا لزوم فسخ ہوجاتا ہے۔

لیکن اگر آیہ ''امرھم شوریٰ بینھم'' سے مراد مسلمانوں کے ذاتی مسائل ہیں تو اس کا ہماری گفتگو سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس سے مراد امور مسلمین ہیں تو یہ کسی بھی طرح ولایت مطلقہ کے منافی نہیں ہے۔ یعنی اگر کسی کو شرعی قوانین کے مطابق ولایت سونپی گئی ہے اور اسے فقیہ، دین شناس اور مدبّر سمجھا گیا ہے اور زمام ولایت اسکے ہاتھوں میں ہے تو اس کے تمام فیصلہ ، تمام مسائل میں نافذ اور موثر سمجھے جائیں گے۔

جیسا کہ آج کے دور میں جاری ڈیموکریسی کا یہ معمول ہے، اگر پارلیمنٹ کے نمائندہ ولایت کے حامل ہیں ، پارلیمنٹ ولایت مطلقہ کی حامل ہے اور سارے مسائل میں ان کا حکم نافذ ہوگا اور کسی کو اس کی مخالفت کا حق نہیں ہوگا چاہے اس کی رائے کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔

اگر حکومت سے مراد، امور سیاسی اجتماعی اقتصادی ہوں پھر بھی ولایت مطلقہ سے بالکل متعارض نہیں ہیں کیونکہ ولی اللہ و رسولؐ کی طرف سے منصوب ہوتا ہے خواہ وہ بعض افراد کے نظریات سے میل نہ کھاتا ہو، تاہم مشوروں سے ملّی مسائل کو حل کرنے میں خاص مدد ملتی ہے۔

فی زمانہ رائج نظام رای گیری آیۂ کریمہ سے صد فیصد ہماہنگ نہیں ہے لہٰذا لوگوں کی رائے گیری کو مصداق آیۂ گرامی نہیں قرار دیا جاسکتا ، ہاں یہ ضرور ہے اس سے مراد اس حد تک مشورے یا مذاکرے ہیں جن کے ذریعے کسی مسئلہ کی واقعیت تک پہنچنے میں مدد ملے۔ چنانچہ اگر چند مخصوص ومعتبر افراد کی رائے کسی شی سے متعلق مل جائے تو وہ بھی قابل عمل ہوتی ہے۔

پس، جمہوری اسلامی ایران میں امام خمینیؒ نے مجلس ، شوریٰ عالی قضائی، حکومتی سربراہان یا تین اہم اداروں کے سرپرستوں یا مجمع تشخیص مصلحت نظام یا خبرگان یا شورای عالی پر اگر دستخط کردئے تو اس کا مطلب یہ مفہوم نہیں ہے جو مخالفین نے مختلف آیتوں سے مراد لیا ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام خمینیؒ جیسے عظیم رہنما نے کبھی کبھی مجلس کے فیصلوں کو مضبوط اکثریت کی حمایت کے ساتھ مسترد کردیا ہے، لہٰذا ہرگز ایک طرفہ اکثریت شرعی نقطہ نظر سے معتبر نہیں ہوتی جب تک ولی امر مسلمین اس کی

صحت کو مستند نہ کر دے۔

اصولی طور پر دنیا میں رائج ڈیموکریسی جس میں فیصلہ اکثریت کی بنیاد پر ہوتا ہے، اکثر عقلاء کے یہاں درست نہیں ہے۔

جی ہاں! سارے عوام الناس مصلحتوں کی تشخیص اور واقعیتوں کی شناخت سے متعلق یکساں صلاحیتوں کے مالک نہیں ہوتے، ارشاد قرآنی ہے:''ھل یستوی الّذین یعلمون والّذین لایعلمون''۔۲۴؎ کیا پڑھے لکھے اور جاہل برابر ہیں؟

اگر سارے امور میں معیار اکثریت کو قرار دے دیا جائے تو نت نئے نظریات اور ماہرین کے علمی انکشافات ، باخبر ، اعلم ،متقی ، صادق عادل ہونے کے کیا معنیٰ رہ جائیں گے جس کے بغیر اسلامی نظام کا تصور محال ہے۔

حوالہ جات:

۱۔سورۂ اسریٰ،آیت ۳۶۔

۲۔تفصیل وتحلیل ولایت فقہ،ص ۴۲ نہضت آزادی ایران ۱۳۶۷،

۳۔سورۂ سبا،آیت ۳۱و۳۲

۴۔سورۂ اعراف، آیت ۳۸

۵۔رجال کشی،ص۲۴۹

۶۔سورۂ انفال،آیت ۲۲

۷۔سورۂ توبہ آیت ۳۱

۸۔وسائل الشیعہ ، جلد ۱۸،ص ۹۴

۹۔سورۂ احزاب، آیت ۶۷

۱۰۔تحلیل وتفصیل ولایت مطلقہ فقیہ،ص ۴۳ ،نہضت آزادی ایران،۱۳۶۷ھ

۱۱۔تفسیر المنسوب الی الامام ابی محمد الحسن بن علی عسکریؑ ،ص ۳۰۰،مدرسہ امام مہدی ،قم۱۴۰۹ھ

۱۲۔سورۂ نساء، آیت ۸۰

۱۳۔سورۂ انبیاء ،آیت ۹۸

۱۴۔اصول کافی ، ج ۱،ص ۲۶۷

۱۵۔سورۂ نساء،آیت ۵۹

۱۶۔سورۂ فرقان،آیت ۷

۱۷۔سورۂ انعام،آیت ۵۷

۱۸۔سورۂ مائدہ،آیت ۴۹

۱۹۔سورۂ فاطر،آیت ۴۰

۲۰۔سورۂ فاطر آیت ۴۰

۲۱۔سورۂ بقرہ،آیت ۲۵۶

۲۲۔تحلیل وتفصیل ولایت مطلقہ فقیہ،نہضت آزادی،ص ۴۳

۲۳۔سورۂ انسان، آیت ۳

۲۴۔سورۂ کہف،آیت ۲۹

۲۵۔سورۂ مائدہ،آیت ۳۸

۲۶۔سورۂ نور،آیت ۲

۲۷۔سورۂ نور، آیت ۴

۲۸۔سورۂ مائدہ۔آیت۹۹

۲۹۔سورۂ انعام،آیت ۱۰۷

۳۰۔سورۂ غاشیہ،آیت ۲۲

۳۱۔تحلیل وتفصیل ولایت مطلقہ فقیہ،ص، ۴۳، ۴۴،

۳۲۔سورۂ یونس،آیت ۹۹

۳۳۔سورۂ شوریٰ،آیت ۴۸

۳۴۔سورۂ بقرہ،آیت ۳۴

۳۵۔سورۂ یوسف،آیت ۱۰۰

۳۶۔سورۂ مومنون،آیت ۱۴

۳۷۔سورۂ حج،آیت ۵۸

۳۸۔سورۂ یٰسین آیت ۱۷

۳۹۔سورۂ نساء، آیت ۵۸

۴۰۔تفسیر نور الثقلین، جلد ۱۴،ص ۳۸۵

۴۱۔در المنثور،ج ۲،ص ۱۷۵

۴۲۔سورۂ نساء،آیت ۶۹

۴۳۔سورۂ نساء، آیت ۶۹

۴۴۔سورۂ شوریٰ، آیت ۳۸

۴۵۔نہج البلاغہ صبحی صالح، کلام ۲۰۵

☆☆☆